ایثار کا تیوہار

گذشتہ شمارے میں بھوک سے بھوت بننے اور پھر اس بھوت کو مار کر بھوک سے مزا لینے کی بات چلی تھی۔ امید ہے کہ آپ سب کو مزے مزے بھوک کے بھوت نہ بننے دینے کا ہنر آ گیا ہوگا۔ آپ تو خدا کے لئے اپنی بھوک سے بھی مزا لینے لگے ہوں گے۔ پھر تو مزا ہی مزا ہے، سارے مزے آپ کے ہیں۔ دنیا میں منہ کے مزے اور آخرت میں ابدی روحانی مزے۔ مبارک ہو، یہ مزا آپ کو خدا کا مہمان بھی بنا دیتا ہے۔ کیا مزا ہے آپ کی ضیافت میں دنیا وآخرت کی نعمتیں اور برکتیں ہیں اور آگے مغفرت۔ اس پر جتنی بھی خوشی ہو کم ہے۔ یہاں تو جنتی خوشی ہوگی۔ اب بھی عید نہ کیجئے، جشن نہ کیجئے، تو تعجب۔ یوں تو یہ خوشی پہلے آپ کی ذاتی ہے لیکن آخر آخر سماجی بھی ہے کیوں کہ یہ مزا، یہ خوشی جو آپ کو ملی ہے اور جشن کی جو نوبت آئی ہے، اس کے پیچھے ایک سماجی احساس کا (جگنا اور) پائیدار رہنا ہی تو ہے۔ اس طرح عید ظاہر و باطن سے سچا سماجی تیوہار ہے۔ عید گلے ملنے کا ہی نام نہیں، دل ملنے اور ملنے ملانے کا نام ہے۔ عید کا مزا تو لیجئے لیکن یہ سمجھ لیجئے کہ عید صرف کھانے، پینے موج مستی مٹر گشتی کے لئے نہیں ہے بلکہ اس میں پیغام ہے اور بڑا سماجی پیغام۔ عید و بقرعید ایثار و قربانی کی توام ہیں۔ اور مزے کی بات تو یہ ہے کہ ایثار (परित्याग) صرف اور صرف انسان کا خاصہ، انسانیت کا امتیاز ہے۔ اس منزل میں تو جبرئیل ومیکائل جیسے برگزیدہ فرشتے بھی دور ہی سے سلام کرتے دکھائی دیتے ہیں (یقین نہ آئے تو شب ہجرت کی روایتوں کو دیکھ لیجئے) انسان کی ساری تہذیبی وتمدنی ترقیوں کا محور یہی ایثار ہے (ورنہ اپنا اپنا کرنے میں کوئی اپنے ذاتی تشخص کو بھی ترس جاتا ہے۔)

خیر مزے سے ایثار کا تیوہار عید مبارک ہو، اس کے پس منظر کی ٹریننگ (ایثار کے راستے تقویٰ کی تربیت) مبارک، اس کا کامیاب انجام مبارک اس کا ابدنشان اثر مبارک۔

پس نوشت: اب کی عید یہ لحہ فکریہ بھی دے رہی ہے، المیہ میں ڈوبی عالمی ستم ظریفی کی سوچ۔ غالباً سب سے بڑی تاریخی ضد ایثار (اینٹی ایثار) کے نتیجہ کا دیا ہوا بین الاقوامی منظر نامہ، عجب طرح کی سیاہی، ستم ظریفی سے بھرا ہوا، اپنے انداز میں منہ کھولے کچھ تو ضرور کہہ رہا ہے ؎ نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا

دہشت کا جہاں پناہ سایہ عرصہ ہوا فلسطینیوں کے منہ سے نوالہ کیا کھڑے کھڑے پیروں تلے سے پوری کی پوری زمین کھینچ چکا، چھین چکا۔ اس راہ میں کتنے ہی بے گناہ خونوں سے زمان ومکان کو لال بنا چکا۔ (ان خونوں کے دِیوں سے دیوالیاں مناتا رہا۔) عمرانیات کا خون کر کے شاد آباد ہو کر اب تو سیدھے بنیادی انسانی حقوق پر ہلّا بول دیا ہے۔ سوچئے، آج امدادی سامان بھی درجہ کی بربریت کا شکار ہو سکتا ہے تو دنیا میں دہشت وبربریت کا کون سا بھیانک سایہ پھن کاڑھے ہوگا؟ آج کے یک قطبی (Unipolar) عالم میں احتجاج بھی گھٹن کی آخری حد تک پہنچ گیا ہے کہ اب خدا ہی یاد آتا ہے۔ کہیں، خدا نہ کرے، ہماری دعا نہ گھٹ جائے۔ دعا کے علاوہ ہمارے پاس ہے ہی کیا؟ (**لا یملک الا الدعا**) بارگاہ رب العزت میں ہماری دعا ہے، فلسطین کے دن پھر آئیں، فلسطینیوں کو بیداد سے نجات ملے۔ ارض مقدس، بیت المقدس ناجائز قبضہ اور روز بروز بڑھتی ہوئی بے جا پابندیوں سے آزاد ہو۔ لامکاں سے منسوب وہ مکاں جس کو دنیا کی قریب آدھی انسانی آبادی طواف کرتی ہے جہاں تین بڑے مذاہب کے سر نیاز وعقیدت جھکتے ہیں وہ ایک قوم، ایک مذہب کی ملکیت کیوں ہو؟ وہاں تو واقعی بین الاقوامی قبضہ وقانون روائی ہونا چاہئے۔

(م۔ر۔عابد)